استحکام پاکستان سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر سیدہ گل فروا نقوی
لیکچرار پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس کالج برائے خواتین، کراچی

ہر محبِ وطن پاکستانی مملکتِ خداداد پاکستان کو مستحکم اور مضبوط دیکھنا چاہتا ہے لیکن یہ سوال اس کے دل کو بے چین کئے رکھتا ہے کہ آخر پاکستان کا استحکام کس طرح ممکن ہے اور پاکستان کی سلامتی اور استحکام کو کون سے خطرات درپیش ہیں۔

استحکام کے کئی معنی ہیں مثلاً مضبوطی، بقا، سلامتی اور پائیداری۔ کسی بھی چیز کو سلامت اور باقی رکھنے کے لئے اسے مضبوط اور پائیدار بنانے کی ضرورت ہے لیکن پاکستان کی سلامتی اندرونی خلفشار اور سازشوں کے سبب خطرے میں ہے جن کا مقصد پاکستان کو معاشی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی لحاظ سے کمزور کرنا ہے تاکہ اس میں وہ خودی، خودداری اور خود مختاری باقی نہ رہے جو کسی زندہ قوم کے افراد کے جسموں میں لہو بن کر دوڑتی ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان اس دور سے گزر رہا ہے جب ہر ذہن میں یہ سوالات جڑ پکڑتے جا رہے ہیں کہ

کیا پاکستان قائم رہیگا؟ پاکستان کو کس طرح قائم رکھا جا سکتا ہے؟ یا

پاکستان کے استحکام کے لئے کیا کیا جائے؟ جبکہ معاشی بدحالی، علم کی کمی، رسم و رواج کی اندھا دھند تقلید، بے جا نمود و نمائش، حرص، جذباتی اور ہیجانی کشمکش جیسی مختلف وجوہات کی بدولت پاکستان نت نئے مسائل سے دوچار ہوتا چلا جا رہا ہے اور ان تمام باتوں کا بنیادی سبب دینِ اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت ہے یا تعلیماتِ اسلامی سے مکمل آشنا ہونے کے باوجود تجاہلِ عارفانہ سے کام لینا ہے اور محسنِ انسانیت کی سیرت کی تمام خوبیوں کو اپنے اندر سمو لینے کے بجائے اپنی خامیوں اور برائیوں پر سیرت سے دلیل قائم کرنا ہے جبکہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم وہ شاہکار ہے جس کے لئے قرآن پاک میں ارشادِ رب العزت ہوتا ہے۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔(۱)

یہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کے کلام کو کلام ربانی قرار دیا گیا ارشاد ہوتا ہے،
ستارے کی قسم جب کہ وہ غروب ہوا تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے اور نہ گمراہ ہوا ہے۔ وہ اپنی خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا ۰ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر کی جاتی ہے ۰ (۲)

سورۃ الانفال میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کو اپنا عمل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

فلم تقتلوهم و لكن الله قتلهم ص وما رميت اذ رميت و لكن الله رمىٰ (۳)

اور سب سے بڑھکر یہ کہ رہتی دنیا تک ہر شخص سے کہدیا؛

و مآ اتاكم الرسول فخذو ه وما نهاكم عنه فانتهوا

جو کچھ تمھیں رسول دیں پس اسے لے لو اور جس سے روکیں پس اس سے رک جاؤ!(۴)

بقول شاعر

اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے اسے چاہیے جس کو خدا چاہتا ہے
خدا کی رضا مصطفیٰ چاہتے ہیں خدا مصطفیٰ کی رضا چاہتا ہے

اب سوال یہ ہے کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے کیا جائے جبکہ چودہ سو سال کی دوری نے رسولِ خدا خاتم الانبیاء سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انمٹ نقوش قدم سے متعلق اس طرح کے شکوک وشبہات قائم کر دیے ہیں کہ سمجھ نہیں آتا کہ سیرت

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیا؟ چنانچہ ہم اس بات کو مذکورہ تمام آیات کی روشنی میں یوں سمجھتے ہیں کہ قرآن دراصل احکام کا مجموعہ ہے اور سیرتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احکامات کا عملی نمونہ بالفاظِ دیگر قرآن کتابِ صامت ہے اور سیرت قرآنِ ناطق۔ اسی لئے حکم دیا گیا ہے۔

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم ط والله غفور رحيم (۵)

''کہد یجئے! اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ اور اللہ معاف فرمانے والا اور رحیم ہے۔

چنانچہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ قرآن پاک میں جو صفاتِ محمودہ بیان کی گئی ہیں وہ دراصل صفاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور قرآن مجید میں بیان کردہ صفاتِ مذمومہ دراصل وہ برائیاں ہیں جن سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوری اختیار کی۔ جیسا کہ روایت سے ثابت ہے کہ جب حضرت عائشہؓ سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپؓ نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ (٦) گویا قرآن میں بیان کردہ صفاتِ حسنہ درحقیقت اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اسی بات کی دلیل کے طور پر اب قرآن پاک میں بیان کردہ چند صفاتِ محمودہ بیان کی جارہی ہیں جو نہ صرف اسوہ حسنہ میں شامل رہی ہیں بلکہ کامیاب افراد، کامیاب معاشروں اور کامیاب حکومتوں کے استحکام کے لئے بھی نہایت ضروری ہیں اور اپنے بیان کا آغاز میں پہلی وحی کے پہلے لفظ ''اقراء'' سے کرونگی جس کے معنی ہیں ''پڑھیئے'' (۷) خالقِ کائنات اپنے محبوب کو منصبِ نبوت سپرد کرتے ہوئے پہلا کلام ''علم'' سے متعلق کر رہا ہے اسی بات سے پروردگار عالم کی نظر میں علم کی قدر و منزلت کا بخوبی

اندازہ لگایا جا سکتا ہے اگر اس حکم کو سرسری سمجھ بھی لیا جائے تو اس حکم پر غور کیجئے۔

قل رب زدنی علما

کہیئے! اے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔

اور یہی علم کسی بھی ملک وقوم کی ترقی کی پہلی شرط ہے بلکہ اسے کسی بھی ملک یا قوم کی ترقی کی بنیاد کہنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو رب کائنات کے حکم کا انداز ہے اور ادھر محبوب کا حال دیکھیں تو محبوبِ الٰہی علم کی اس منزل پر نظر آتے ہیں جہاں زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاری ہونے والے یہ الفاظ تاریخ میں واضح سنائی دیتے ہیں:

"انا مدینۃ العلم"(۸)

"میں علم کا شہر ہوں۔"

"انا دار الحکمۃ"(۹)

"میں حکمت کا گھر ہوں۔"

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ اسی علم وحکمت کی بنیاد پر اللہ کے حبیب ﷺ نے وہ معاشرہ قائم کر دیا جس کے افراد اپنے جاہلانہ جھگڑالو مزاج و فطرت کو تبدیل کر کے بہترین معاشرتی اوصاف سے آراستہ ہو گئے تھے جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

یہ وہ ہستی ہے جس نے بڑے بڑے قبائل کے بڑے بڑے سرداروں کی مخالفت اور نی مول لے کر اپنی تبلیغ کا آغاز کیا تو صرف چار لوگ ایمان لائے ان میں بھی ایک عورت، ایک اور ایک غلام شامل تھے (دنیا جانتی ہے کہ غلام، بچہ اور عورت کی سماجی حیثیت کیا ہوتی ہے) لیکن ی چھوٹی سی موج آگے بڑھتے بڑھتے طاقت کا وہ سمندر بن گئی جو وقت کی بڑی بڑی طاقتوں کو اپنے ساتھ بہا کر لے گیا اور جو لوگ بچ گئے وہ فتح مکہ کے موقع پر سر جھکانے پر مجبور ہو گئے کیونکہ اس میں معاشرہ کے افراد اتحاد اور تنظیم کی خوبیوں سے آراستہ ہو کر نا قابلِ تسخیر قوت بن گئے یہ وہی قوت ہے جس کے لئے اقبال کہتے ہیں۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اوران ہی تین چیزوں یعنی ایمان، اتحاد اور تنظیم کو قائداعظم نے اپنی تحریک کا Moto قرار دیا۔(۱۰) بات صرف اقبال اور قائداعظم کی نہیں ہر مفکر اور مصلح یہ جانتا کہ ہر معاشرے اور ملک وقوم کے استحکام کے لئے اپنے اوپر یقین، محنت اور اتحاد و یگانگت ضروری ہے۔ جہاں تک میری ناچیز رائے کا تعلق ہے تو میرے نزدیک کسی بھی معاشرے اور ملک کے استحکام کے لئے تین (ع) درکار ہیں؛

ا۔علم ہر شعبہء زندگی میں اسکی ضرورت کے مطابق علم درکار ہے اسی لئے ہمارے نبی سرکار دو عالم نے اس کے حصول کو فریضہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا؛

"طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة"

ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا مرد و عورت اور علم دین اور علوم دنیاوی کی تخصیص نہ کرنا اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ اپنی امت کو کسی معاملے میں بھی اپنی امت کو پیچھے نہیں دیکھنا چاہتے تھے اور اسے کسی بھی خیر سے محروم نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

۲۔عرفان (معرفت یعنی معرفتِ الٰہی) اور اس کا ذریعہ معرفتِ ذات ہے کیونکہ ارشاد ہوتا ہے؛

من عرف نفسه فقد عرف ربّه

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا پس اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

یقیناً جو اپنی قدر اور اپنی جان و مال کی اہمیت جان لے گا اسے یہ بھی احساس ہوگا کہ یہ جان و مال اور اولاد اللہ کی امانت ہے

جسے ہمیں ضائع کرنے کا کوئی حق نہیں چنانچہ وہ خود کش حملے کر کے اپنی اور بے گناہ وگوں کی جانوں کو بے دریغ ضائع نہ کرے گا ویسے بھی ہمارے نبی ﷺ رحمت اللعالمین بنا کر بھیجے

گئے تھے اور آپ ﷺ کا پیغام امن و آشتی کا پیغام تھا دہشت گردی کا نہیں اس لئے امت محمدی ﷺ کبھی دہشت گرد ہو ہی نہیں سکتی یہ الزام لگانے والے اپنے گریبان میں جھانکیں اور آئینہ دیکھیں تو عراق میں خون بہانے والوں کو اپنے چہرے دکھائی دیں گے۔

۳۔عدل: اب ان تینوں نکات کی تفہیم کے لئے تاریخ یثرب پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بننے کے بعد ایسی مضبوط اور مستحکم ریاست بن گیا کہ ہزاروں کافروں اور منافقوں کی کوششیں بھی اسے توڑنے میں ناکام رہیں کیا تاریخ ابوجہل، ابوسفیان، عاص بن وائل، عبداللہ ابن ابی ، یہودانِ خیبر اور نجران کے عیسائیوں کی طاقتوں سے نا آشنا ہے؟(۱۱) یا ہم یہ نہیں جانتے کہ اس چھوٹی سی جماعت کی کامیابی کا راز وہ اتحاد ہے جو اس رشتے کے نتیجے میں پیدا ہوا جو آقائے دوجہاں سرکارِ دوعالم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مواخات کی صورت میں قائم کیا تھا(۱۲) کیا ہم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا

انما المومنون اخوة(۱۳)

''مومن تو آپس میں بھائی ہیں''۔

یا یہ آیات ہماری توجہ کی مستحق نہیں

یایھاالذین امنو اتقوا حق تقته و لا تموتن الا و انتم مسلمون واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا و اذكروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها كذلك يبين الله لكم ايته لعلكم تهتدون-(۱۴)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی

سے پکڑلواور تفرقہ میں نہ پڑواور اللہ کے اس احسان کو یادرکھو جو اس نے تم
پر کیا ہے۔تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیے
اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے ۔تم آگ سے بھرے
ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تمہیں اس سے بچا
لیا۔اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمھارے سامنے روشن کرتا ہے شاید ان
علامتوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے۔''

یہی بات مصورِ پاکستان اور شاعر مشرق علامہ اقبال اپنی قوم کو ان الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں؛

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں ☆ موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اسلام کی پہلی ریاست اسی اتحاد اور اتفاق کا عملی مظہر تھی اور اسکا قیام جہاد بالسیف سے نہیں بلکہ جہاد بالعلم ،اور جہاد بالنفس سے ہی ممکن ہوا۔کیا استحکام پاکستان کے لئے ہمیں ایسی ہستیوں کی ضرورت نہیں جو اس کمزور اور ناتواں ملک کو اتنا مضبوط بنا دیں کہ لوگ اس کی عظمت کے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور ہو جائیں۔اگر یہ ناممکن ہے تو اس کا قیام عمل میں کیسے آیا کیونکہ اب نیا ملک بنانے کا مسئلہ درپیش نہیں بلکہ اب تو مسئلہ ہے اس کے استحکام کا۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے پہلے کافروں سے اپنی صداقت اور امانت پر صادق اور امین کا لقب حاصل کر کے مہر ثبت کروالی تھی (۵۵) اور چالیس سالہ دور میں اپنے کردار کا لوہا منوانے کے بعد اعلانِ نبوت کرنے میں وہ راز پوشیدہ ہے جس نے زبان میں ایسی تاثیر پیدا کر دی کہ لوگوں نے چاہے ماننے سے انکار کر دیا لیکن جھٹلا نہ پائے اور کاہن، شاعر اور مجنوں ہونے کا الزام لگانے کے باوجود جھوٹا نہ کہہ سکے۔ جب ریاستِ مدینہ کا ذکر ہو تو یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ اس چھوٹی سی ریاست کے قیام کے آغاز میں ہی آپ ﷺ نے اس کی دفاعی تدابیر کرنا شروع کر دیں اور اسکی ابتدا آپ ﷺ نے

اسلام کے پہلے دستور یعنی میثاقِ مدینہ کی تحریر سے کی اس کی ان چند شرائط کا یہاں بیان کرنا ضروری ہے:

۱۔خونبہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے وہ اب بھی قائم رہے گا۔

۲۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعارض نہ کیا جائے گا۔

۳۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴۔ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کرے گا۔

۵۔کوئی فریق دوسرے فریق کو امان نہ دے گا۔

۶۔ مدینہ پر حملہ ہوگا تو دونوں فریق ایک ہونگے۔

۷۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریکِ صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

ان شرائط سے سرحدی حفاظت کے لئے اتحاد کی اہمیت پتہ چلتی ہے اس کے علاوہ میثاقِ مدینہ کی شرائط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے مزاج میں ایک دم Reject یا مسترد کر دینا نہیں تھا تاہم دشمن کی سازشوں کو نظر انداز بھی نہیں کرنا چاہیئے اور ان پر کڑی نظر رکھنے کی مثال مسجدِ ضرار کو جلا دینے کے حکم میں مضمر ہے۔

اس کے علاوہ غزوہ تبوک کے موقع پر سرحد کے عیسائی سرداروں سے مصالحت بھی تاریخ میں واضح طور پر رقم ہے۔ یہی نہیں بلکہ سچائی اور امانت داری ،عدل اور انصاف اچھے معاشروں کا وصف ہے اسی لئے کتابِ ربانی میں ان دونوں اوصاف کا تذکرہ ملتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن پاک میں بھی عدل کا حکم ان الفاظ میں ملتا ہے

ان الله یامر بالعدل والاحسان (۱۷)

بے شک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔''

مزید ارشاد ہوتا ہے؛

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل(۱۸)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔

یہی نہیں بلکہ پروردگار عالم اپنی پسند سے ہمیں ان الفاظ میں آگاہ فرماتا ہے؛

ان اللہ یحب المحسنین(۱۹)

بے شک اللہ احسان (نیکی) کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح کئی مقامات پر ارشاد ہوتا ہے؛

ان اللہ یحب المقسطین(۲۰)

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ان آیات کا عملی مظاہرہ زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں ہوتا ہے کہ جب چوری کرنے والی عورت کا حکم جاری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری کرنے پر لوگوں نے آپ کی سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛

کہ اگر اس عورت کی جگہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی ہوتی تو میں یہی حکم دیتا۔(۲۱)

کیا عدل وانصاف کا یہ مظاہرہ ایک مضبوط اور مطمئن معاشرے کے قیام کے لئے ضروری نہیں اور پاکستانی عوام میں بڑھتی ہوئی بے چینی اور لاقانونیت کا سبب یہی نہیں ہے کہ یہاں ظالموں اور دہشت گردوں کی پشت پناہی کی جاتی ہے چور اور قاتل کھلے پھرتے ہیں اور ایمان دار اور سفید پوش لوگ نہ صرف پریشان حال ہیں بلکہ ان چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں یرغمال بنتے بنتے اتنے تنگ آ چکے ہیں کہ انسانوں کو زندہ جلا دینے کے واقعات رونما ہونے لگے ہیں اور یہ کرنے والے کوئی پیشہ ور مجرم نہیں بلکہ مجرموں کے ہاتھوں ستائی جانے والی عوام

ہے۔(۲۲) اور یہی ردعمل آگے بڑھتے بڑھتے بغاوت کا روپ اختیار کر لیتا ہے اور اس کا اصل سبب ظلم کا حد سے بڑھ جانا اور معاشرہ کا عدل وانصاف سے ہٹ جانا ہے۔

لوگوں کے نزدیک اسلامی حدود انتہائی وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں لیکن قرآن پاک صرف پانچ جرائم کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

۱۔چوری

۲۔ڈاکہ

۳۔بدکاری

۴۔بدکاری کی تہمت لگانا۔

۵۔شراب نوشی.

ان پانچ جرائم کے علاوہ تمام جرائم کی سزا حاکم کی صوابدید پر ہے کہ جرم اور مجرم کی صورتحال کا جائزہ لےکر جتنی اور جیسی سزا چاہے تجویز کر دے اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سزاؤں کی تحدید اور تعین کا کوئی خاص انتظام اہل علم اور اہل رائے کے مشورے سے مقرر کر کے قاضی یا جج کو اس کا پابند بنا دیا جائے جیسا کہ آج کل اسمبلیوں کے ذریعے تعزیری قوانین بنائے جاتے ہیں اور ان پانچ جرائم میں بھی بہت سی صورتیں ایسی نکلتی ہیں کہ ان میں حدود شرعیہ کا نفاذ نہیں ہوتا بلکہ تعزیری سزائیں حاکم کے صوابدید کے مطابق دی جاتی ہیں۔تعزیری سزائیں چونکہ شریعتِ اسلام نے مقرر نہیں کیں بلکہ ہر زمانے اور ہر قانون کے مطابق عام قوانین کی طرح ہیں جن میں تغیر وتبدیلی یا کمی بیشی کی جاسکتی ہے اس لئے ان پر تو کسی کے اعتراض کی گنجائش نہیں اب بحث صرف ان پانچ جرائم کی ہے اور ان کی بھی مخصوص صورتیں دی گئی ہیں مثلاً چوری، لیکن ہاتھ کاٹنے کی سزا ہر چوری پر مطلق عائد نہیں ہوتی چنانچہ شرائط کا لحاظ رکھنا بھی واجب امر ہے اور جن ممالک میں حدود شرعیہ نافذ کی جاتی ہیں ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہاں جرائم کی تعداد کتنی کم ہے اور وہاں نہ تو بہت سے لوگ ہاتھ کٹے نظر آتے ہیں اور نہ ہر

سال لوگوں کو سنگسار کرنے کے واقعات رونما ہوتے ہیں مگر ان شرعی سزاؤں کی ایسی دھاک قلوب پر بیٹھتی ہے کہ وہاں ان جرائم کا نام ونشان نظر نہیں آتا لیکن پاکستان کی صورتحال ذرا مختلف ہے جہاں مجرم کھلے پھرتے ہیں اسی لئے جرائم کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور مجرموں کے حوصلے بلند ہوتے چلے جا رہے ہیں۔(۲۳)

جہاں تک عدل کا تعلق ہے اسکا نفاذ صرف حکمران کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر شخص کو اپنی سطح پر عدل کے قیام کی کوشش کرنی چاہیئے اور تمام کاموں میں عدل سے کام لینا چاہیئے کیونکہ یہ حکم عام ہے اور حکمرانوں کا چناؤ بھی تو عوام ہی کا کام ہے درحقیقت عدل کی ابتدا گھر کی چہار دیواری سے ہوتی ہے جہاں مختلف رشتوں کے درمیان عدل و احسان کے ذریعے ایسے افراد تیار کئے جا سکتے ہیں جو معاشرتی ،قومی اور ملکی استحکام کے لئے معاون اور مددگار ہو سکتے ہیں۔اگر قانون بنانے والے ،قانون نافذ کرنے والے اور افراد معاشرہ نظام عدل پر قائم ہوں تو اس ملک وملت کے استحکام کو اندرونی اور بیرونی کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح کسی بھی معاشرہ کو مستحکم اور مضبوط اور پائیدار بنانے کیلئے ایک اور اہم چیز جو درکار ہے وہ ہے انتھک محنت اور ایمانداری، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے؛

نعم اجر العملین(۲۴)

محنت کرنے والوں (کام کرنیوالوں) کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے؛

وان لیس للانسان الاماسعیٰ(۲۵)

اور بے شک انسان کے لئے کچھ نہیں مگر جس کی وہ کوشش کرے۔

اس کی عملی مثال سیرتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں واضح نظر آتی ہے تاریخ کے اوراق پر دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسبِ حلال کے لئے بھی اتنی محنت اور ایمانداری سے تجارت کرتے نظر آتے ہیں کہ ملیکۃ العرب جناب خدیجۃ الکبریٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

متاثر ہو کر اپنے عقد کا رشتہ بھجوا دیتی ہیں (۲۶) کسب حلال کیلئے صرف سرکار دو عالم ہی نہیں تمام انبیاء کی کوششوں کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے کوئی بکریاں چراتے ہیں تو کوئی لوہے کی زرہ بنا کر بیچتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اگر تبلیغ اسلام کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتھک اور نہایت صبر آزما محنت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جہاں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے خندق کھودتے نظر آتے ہیں اور کبھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کے لئے پتھر اٹھاتے ملتے ہیں۔(۲۷)

حیرت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باسی ان تمام انبیاء پر ایمان رکھنے کے باوجود طلب علم اور محنت سے جی چراتے ہیں (اور آفس ٹائمنگ ختم ہونے سے سرکاری دفاتر ملازمین سے خالی ہو چکے ہوتے ہیں) جبکہ تمام انبیاء نہ صرف اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے بلکہ ان سب کی زندگیاں ایمانداری اور انتھک محنت کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔ چنانچہ ارشادِ رب العزت ہے۔

ان الله لا یحب الخائنین (۲۸)

بے شک اللہ خیانت کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ لفظ خائن (خیانت کرنیوالا) ضد ہے لفظ امین کی جس کا مطلب ہے امانت رکھنے والا یعنی امانت دار جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ لقب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان بعثت سے پہلے ہی کفارِ مکہ سے حاصل کر لیا تھا یہاں تک کہ شب ہجرت کی گھمبیر صورتحال میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کفار کی امانتوں کو حضرت علیؓ کے سپرد کر کے آئے یعنی آپ نے اس وقت بھی کفار مکہ کو اپنی امانت داری پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ دیا۔(۲۹)

جہاں تک پاکستان کی ترقی کا تعلق ہے تو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ علم سے دوری، عدل وانصاف سے دوری اور سب سے بڑھ کر پاکستان کی معاشی اور اقتصادی حالت

ہے کیونکہ پاکستان ایک مقروض ملک ہے لیکن یہاں کا ہر باشندہ فضول خرچی اور اسراف پر لاکھوں روپے بہا دیتا ہے اور اس کا عام مظاہرہ دعوتوں اور شادی بیاہ کی تقاریب میں دیکھنے کو ملتا ہے جبکہ یہاں کی تین چوتھائی آبادی مسلمان ہے اور اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماننے والی ہے جس نے نہ صرف سادگی کو نصف ایمان قرار دیا بلکہ اپنی بیٹی فاطمہؓ جس کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا تھا؛

فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہیں ۔ جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا۔ (حدیث حسن)(۳۰)

اس لختِ جگر اور پارہ ءدل کی شادی کے موقع پر جو جہیز دیا اس کی فہرست کچھ یوں بیان کی جاتی ہے۔(۱) ایک قمیص قیمت سات درہم، ایک مقنع، ایک سیاہ کمبل، ایک بستر کھجور کے پتوں کا بنا ہوا، دو موٹے ٹاٹ، چمڑے کے چار تکیے، آٹا پیسنے کی چکی، کپڑے دھونے کا برتن، ایک مشک، لکڑی کا بادیہ، کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک برتن، دو مٹی کے آب خورے، ایک مٹی کی صراحی، چمڑے کا فرش، ایک سفید چادر اور ایک لوٹا (۳۱) اور ان چیزوں کا انتظام بھی حضرت علیؓ سے مہر کی رقم لے کر کیا گیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ بارات کی تواضع صرف شربت سے کی گئی (۳۲) اور اس مبارک شادی کی تقریب جس سادگی سے مقرر کی گئی وہ بھی تاریخ کے اوراق میں بخوبی رقم ہے۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اسراف کا یہ عالم ہے کہ قرضوں تلے دب کر ایسی تقاریب منعقد کی جاتی ہیں جو نمود و نمائش سے لبریز ہوتی ہیں جبکہ قرآن پاک میں بارہا ارشاد ہوا ہے کہ؛

ان اللہ لا یحب المعتدین (۳۳)

بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔

انہ لا یحب المسرفین (۳۴)

بے شک وہ (اللہ) فضول خرچی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسی طرح اسلام دولت کے ایک جگہ جمع کرنے کو نہ صرف منع فرماتا ہے بلکہ ایسا کرنے والوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے؛

ویل لکل همزة لمزة ن الذی جمع مالاو عدده (۳۵)

تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو لوگو پر طعن اور برائیاں کرنے کا خوگر ہو۔
جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔

اسی لئے اسلام میں ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لئے زکوٰۃ کا سسٹم رائج کیا گیا اور سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المال کا سسٹم متعارف کروایا کیونکہ دولت کا ایک جگہ جمع ہونا اور بقیہ معاشرے کے افراد کا اس سے محروم ہونا ہی درحقیقت بغاوت کے جذبات کو ابھارتا ہے جس کے نتیجے میں چوری، ڈاکہ، راہ زنی اور قتل وغارت کے واقعات رونما ہوتے ہیں کیونکہ اس تمام ردعمل کے پیچھے حسد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے جس کے لئے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؛

حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔(۳۶)

اسی لئے ارشادِ خداوندی ہے؛

بسم الله الرحمٰن الرحیم ط

قل اعوذ برب الفلق • من شر ما خلق • و من شر غاسق اذا وقب • و من شر النفثت فی العقد • و من شر حاسد اذا حسد • ع(۳۷)

شروع کرتی ہوں/کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے• کہیئے! میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی ان چیزوں کے شر سے جو اس نے پیدا کیں اور رات کے اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد

کرنے والوں کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگیں۔

اسی حسد کرنے والوں کے شر کی بدولت اور ریاست میں عدل وانصاف نہ ہونے کی بدولت دن رات چوری، ڈکیتی اور راہ زنی کے جرائم بڑھتے چلے جارہے ہیں لیکن آج بھی ایسا مظلوم طبقہ موجود ہے جو بھوک، افلاس اور عزتِ نفس کی خاطر خودکشی پر مجبور ہے جس کی خبریں ہمیں آئے دن میڈیا کی بدولت ملتی رہتی ہیں۔ بہرحال اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے میں یہی کہنا چاہتی ہوں کہ پاکستان کا قیام بھی کلمہءطیبہ کی ترویج کے لئے عمل میں آیا تھا اور اس کے استحکام کی بنیادیں بھی سنتِ نبوی ﷺ میں ہی مل سکتی ہیں کیونکہ محبتِ الٰہی کی پہلی اور آخری شرط اتباعِ رسول ﷺ ہے اور جس طرح اللہ کی کتاب رہتی دنیا تک سرچشمہءہدایت ہے اسی طرح اللہ کا یہ حکم بھی قیامت تک قائم ودائم ہے؛

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

اور جن لوگوں کو توحیدِ خالص پر یقین کامل ہے جنھیں کلامِ اللہ کے سچ، صحیح، حق اور محکم ہونے پر یقین ہے اور جو اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں انھیں اس آیت پر بھی مکمل یقین ہونا چاہئے؛

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم ط واللہ غفور رحیم •

''کہہ دیجئے! اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ اور اللہ معاف فرمانے والا اور رحیم ہے۔''

البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چودہ صدیوں کے فاصلے کی بدولت سنت میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے لیکن اگر قرآن پاک رہتی دنیا تک سرچشمہءہدایت ہے تو اس کی ہر آیت رہتی دنیا

تک لوگوں کے لئے قابلِ عمل ہے ہر فرد جس کا تعلق شریعتِ محمدی ﷺ سے ہے اسے اتباعِ رسول ﷺ کرنا ہوگا اور اتباعِ رسول ﷺ کرنے کے لئے شرط ہے صحیح سنت کا علم حاصل کرنا اور سنت کو صحیح طرح سمجھنے کی جستجو کرنا ہے چنانچہ اس جستجو میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اسی لئے پروردگار عالم نے اس آیت کے اگلے حصے میں فرما دیا کہ

''اللہ تمھاری غلطیاں معاف کر دے گا۔''

لیکن امتِ محمدی ﷺ کو ان غلطیوں اور چھوٹے موٹے اختلاف کو مخالفت کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ اس فطری نکتہ کو سمجھنا چاہیئے کہ انسان غلطیوں اور اختلاف سے بہت کچھ سیکھتا ہے اور چودہ سو سال کی دوری کی وجہ سے جو اختلاف ہے وہ بھی فطری اور لازمی عمل ہے کیونکہ یہ وہ واحد چیز ہے جس کی اہمیت سے ہزاروں اختلافات کے باوجود کوئی انکار نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ اس کی ایک واضح اور مسلم حیثیت ہے اور اگر کوئی سنت کو صحیح طرح سمجھنا چاہے تو قرآن مجید سے صفاتِ حسنہ کی خوشہ چینی کرے بس وہی عین سنتِ محمدی ﷺ ہے، البتہ یہ بات الگ ہے کہ اس سے استفادہ کرنے کیلئے صاحبِ ظرف ہونا ضروری ہے۔

میری دعا ہے کہ! اللہ ہم سب کو سنتِ محمدی ﷺ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اس میں ہمارے ملک پاکستان کے استحکام کی بنیادیں مضمر ہیں کیونکہ سنت میں وہ تمام مثالیں موجود ہیں جو بحیثیت عوام اور بحیثیت حکمران ہمیں درکار ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ مکہ کے عام شہری ہونے کی حیثیت سے کتنے پر امن تھے یہ سب جانتے ہیں اور حکمران بننے کے بعد آپ ﷺ نے کتنا عادل اور مثالی معاشرہ قائم کیا اس سے بھی کوئی صرفِ نظر نہیں کر سکتا اللہ ہمارے ملک پاکستان کو ریاستِ مدینہ جیسی مضبوطی اور استحکام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ۲۱،الاحزاب
۲۔ ۱تا۱۴ النجم
۳۔ ۱۷،سورۃ الانفال
۴۔ ۷،سورۃ الحشر
۵۔ ۳۱،آل عمران
۶۔ ۵۹ جلد ششم تفہیم القرآن ابوالاعلیٰ مودودی
۷۔ ۱،سورۃ العلق
۸۔ صفحہ۱۱۳، ینابیع المودۃ علامہ جلیل شیخ سلیمان حسینی بلخی، مفتی اعظم قسطنطنیہ
۹۔ صفحہ۱۲۲، ینابیع المودۃ علامہ جلیل شیخ سلیمان حسینی بلخی، مفتی اعظم قسطنطنیہ
۱۰۔ Zawar Ali Zaidi Jinnah Papers
۱۱۔ تاریخ ابن خلدون (قبل از اسلام، تاریخ انبیاء)
۱۲۔ سیرتِ نبوی از مولانا شبلی نعمانی
۱۳۔ ۱۰،سورۃ الحجرات
۱۴۔ ۱۰۲/۱۰۳،سورۃ آل عمران
۱۵۔ نقوش ۱۱ رسول نمبر
۱۶۔ سیرتِ نبوی از مولانا شبلی نعمانی اور سیرتِ نبوی ابنِ ہشام
۱۷۔ ۹۰،سورۃ النحل
۱۸۔ ۵۸ النساء
۱۹۔ سورۃ البقرۃ ۱۹۵۔ سورۃ و آل عمران ۱۳۴۔ سورۃ المائدۃ ۹۳

۲۰۔ سورۃ المائدۃ ۴۲۔ سورۃ الحجرات ۹۔ سورۃ الممتحنہ ۸
۲۱۔ باب حدِ سرقہ، صحیح بخاری امام ابوعبداللہ محمد بن اسمعیل بخاری
۲۲۔ Daily Times of 17th May
۲۳۔ صفحہ ۱۳۳/۱۳۶ معارف القرآن از مولانا شفیع اوکاڑوی
۲۴۔ ۱۳۶، سورۃ آل عمران
۲۵۔ ۳۹، سورۃ النجم
۲۶۔ صفحہ ۱۷۶ سیرت النبی ﷺ از مولانا شبلی نعمانی
۲۷۔ صفحہ ۲۶۴ سیرت النبی ﷺ از مولانا شبلی نعمانی
۲۸۔ ۵۸، سورۃ الانفال
۲۹۔ صفحہ ۲۵۴ سیرت النبی ﷺ از مولانا شبلی نعمانی
۳۰۔ صفحہ ۱۵۰، تفہیم البخاری ترجمہ مولانا ظہور الباری
۳۱۔ چودہ ستارے از الحاج مولانا نجم الحسن کراروی
۳۲۔ صفحہ ۳۴۴ سیرت النبی ﷺ از مولانا شبلی نعمانی
۳۳۔ المائدہ ۸۷۔ الاعراف ۵۵
۳۴۔ ۱۴۳، الانعام۔ ۳۱، الاعراف
۳۵۔ ۱،۲ سورۃ الھمزۃ
۳۶۔ تفسیر سورۃ الفلق تفہیم القرآن از ابوالاعلیٰ مودودی
۳۷۔ سورۃ الفلق القرآن